اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بارہ سالہ اقبال مسیح جو لاہور میں زیر تعلیم تھا، اپنی والدہ سے ملنے مریدکے آیا اور وہاں قاتل کی گولیوں کا نشانہ بن گیا۔ وہ اس عمر میں دنیا کے ایک بڑے حصّے میں معروف تھا۔ اُس کے قتل کی خبر مغربی ذرائع ابلاغ میں پوری اہمیّت کے ساتھ نشر ہوئی، اس پر کالم لکھے گئے اور یُوں اُس نے کم سِن بچوں سے جبری محنت و مشقت لیے جانے کے خلاف جو آواز اُٹھائی تھی، اس کی بازگشت ایک بار پھر دور دور تک سُنی گئی۔ انسانی حقوق کے تحفّظ کے لیے کام کرنے والی قومی اور بین الاقوامی تنظیموں کے ساتھ ساتھ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی حکومت نے اقبال مسیح کے قتل پر اپنی تشویش کا اظہار کیا اور سابق امریکی صدر جناب جمی کارٹر نے حکومتِ پاکستان سے اپیل کی ہے کہ سانحۂ قتل کی تفتیش کو اوّلین اہمیّت دی جائے۔ اس افسوس ناک قتل کا ذمہ دار کون ہے اور کون نہیں؟ اس بارے میں مختلف اطلاعات شائع ہوئی ہیں۔ "بانڈڈ لیبر لبریشن فرنٹ" کے رہنماؤں اور بعض صحافیوں کو اس میں "کارپٹ مافیا" کا ہاتھ نظر آتا ہے، جب کہ پولیس عینی شاہدوں کے بیانات پر مبنی سببِ قتل اِس سے بالکل مختلف بتاتی ہے۔

اقبال مسیح کی ابتدائی زندگی وطنِ عزیز کے لاکھوں غریب اور حالات کے مارے ہوئے خاندانوں میں پیدا ہونے والے بچوں کی زندگی سے مختلف نہیں۔ جب اقبال مسیح کی ماں کی اپنے دوسرے خاوند سے علیحدگی ہوئی تو سات بچوں کی پرورش کی ذمہ داری اس خاتون کے کندھوں پر آ پڑی۔ عزیز و رشتہ دار اپنی غربت اور انفرادیت پسندی کے تحت اُس کی کوئی مدد نہ کر سکے۔ اقبال مسیح کی ماں کو اپنے بڑے بیٹے کی شادی کے لیے رقم کی ضرورت پڑی تو اُس نے چار سالہ اقبال مسیح کو پانچ ہزار روپے لے کر ایک قالین باف کے حوالے کر دیا۔ ضرورت مند ماں نے سوچا کہ اقبال ہنر سیکھ لے گا اور اُس کے بڑے بھائی کا گھر بس جائے گا، پھر اقبال ہنر سیکھ کر یہ رقم جلد اتار دے گا، مگر استحصال پسند نظام اور بے رحم معاشرے سے اُس کی یہ توقع بے جا تھی۔ پہلے سال اقبال کو قالین بُننے اور بالخصوص گانٹھ لگانے کی تربیّت دی گئی۔ اس تربیّتی دور میں اُسے کوئی مزدوری نہ ملتی تھی۔ دوسرے سال اُسے یہ کام کاریگر کے طور پر کرنے کے باوجود صرف ایک روپیہ یومیہ ملتا تھا، جب کہ اوقاتِ کار صبح چار بجے سے شام سات بجے تک تھے۔ وقت گزرتا گیا اور چھ سال بعد اقبال دو سو روپے ہفتہ کمانے لگا، مگر اُس کے اہلِ خاندان قالین باف سے مزید رقم لے لے کر اُسے مسلسل زیرِ بار کرتے رہے۔ جب دس سال کی عمر

میں ایک انسانیت دوست مزدور رہنما کی جدوجہد سے اقبال مسیح کو ظالمانہ ماحول سے "نجات" ملی تو اُس نے اپنے جیسے کم سِنوں کو جبری مزدوری سے نجات دلانے کے لیے مہم شروع کر دی۔ اس سلسلے میں اقبال مسیح نے مغربی ممالک کا سفر کیا اور جوتے بنانے والی ایک امریکی فرم Reebok نے اُسے پندرہ ہزار ڈالر کا ایوارڈ دیا۔

مصدّقہ اعداد و شمار تو پیشِ نظر نہیں مگر معاشرے میں جگہ جگہ کم سِن بچوں کو محنت مزدوری کرتے ہوئے دیکھ کر یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ایسے بچوں کی تعداد لاکھوں میں ہے جو لکھنے پڑھنے اور کھیلنے کودنے کی عمر جوتے پالش کرنے، بسوں اور ویگنوں کے اڈوں پر آوازیں لگانے، گلی محلّے کے چائے خانوں میں برتن مانجھنے، گیراجوں اور دکانوں پر "چھوٹے" کا کردار ادا کرنے میں گزار رہے ہیں۔

وطنِ عزیز میں ابتدائی لازمی تعلیم اور بچوں سے مزدوری کی ممانعت کے ضوابط اور قوانین موجود ہیں، مگر صورتِ حال میں کسی تبدیلی کے آثار نہیں۔ کیا محض ضوابط و قوانین سے بنیادی خرابیاں دور ہو سکتی ہیں؟ یا رضاکارانہ تنظیموں کی قابلِ قدر جدوجہد مسائل حل کر سکتی ہے؟ یقیناً ان اداروں کا ایک کردار ہے مگر اصل خامی معاشرے میں افلاس اور جہالت ہے۔ بعض طبقے تعلیم کی اہمیّت سے واقف نہیں۔ اُن کے نزدیک تعلیم صرف روزی کمانے کا ذریعہ ہے اور جب تعلیم کے بغیر ہی نیم پڑھے لکھے افراد کو بعض تعلیم یافتہ لوگوں سے بہتر ذرائع معاش میسّر آ سکتے ہیں تو اسکولوں میں کیا رکھا ہے۔ ان کے ساتھ وہ لوگ بھی ہیں جو بچوں کے کندھوں پر کتابوں کا بستہ دیکھنا تو چاہتے ہیں مگر ایسا کرنے کی اُن میں استطاعت نہیں۔ اِس صورتِ حال کی تبدیلی کے بغیر زیادہ مثبت نتائج کی توقع بے جا نظر آتی ہے۔

●●